جامع ترمذی کی کتاب التفسیر اور تفسیر سمرقندی کے تفسیری مشترکات ومختلفات: سورہ فاتحہ کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

Similarities and dissimilarities of *tafsir* book of *Jami Tirmidhi* and *Tafsir Samarqandi:* An explanatory and analytical study of *Sura Fatiha*

Muhammad Nawab Khan
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Email: nawabm658@gmail.com
Prof. Dr. Ata Ur Rahman
Chairman, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Email: ataurrahman3003@gmail.com
Dr. Maqsood ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Email: maqsood2121986@gmail.com

ABSTRACT
Quran e karim is a noble book for the guidance of all humanity either they Muslims or Non-Muslims.it is the main source of knowledge beneficial for worldly life and for life hereafter. The explanation of *Quran* is called *tafsir*. As described in *Surah Furqan* "they bring to you no hypothesis, but we bring to youth correct position, and (answer) better explanation" The second source of knowledge is *Hadis* which defines and explains the holy *Quran*, the 3rd source of Holy *Quran* is the life of *Sahabah (RA)*, the companions of *Hazrat Muhammad* ﷺwho were the first pupils and followers of Himﷺ. To get the explanation of the Holy book is called the science of *Tafsir.Tafsir* is defined by the *Holy Quran* itself like " وأنزَل اللہُ عَلَیکَ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ وَ عَلمَکَ مَا لَم تَکُن تَعلَمَ"Allah has revealed to you the book and the wisdom ,and has a taught you what you did not know " Now there are two types of *mufassirin* (the persons who explain the *Holy Quraan*) of the Holy Quran ,the first kind of *mufassirin* explain the *Holy Quran,* it may be authentic or non-authentic but the other type are the *Muhaddisin* (the specialists of *Hadis*) they always give an authentic explanation (*tafsir*).Among the prominent mufassirin one is *Imam-e- Samarqandi (R.A)*, (301 or 311 A.H to 393 A.H) and among the prominent *muhaddisin*, *Imam Tirmidi(R.A)*, (2009 A.H to 2079 A.H).so I selected the topic to explain and

analyze the similarities and dissimilarities of both *tafsir,s* books. As our base of research is the book of *Tirmidi* so we take only those versus in which *Imame Tarmidi* has provided *tafsir*. The number of these *Ahadis* are415 .This will provide a difference of methodology of *tafsir* of *muhaddis* and *mufassir* and will also provide new angles in the science of *tafsir*.

Keywords: Tafsir, hypothesis, explanation, mufassirin, Imam-e- Samarqandi (R.A)

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب ہے،جو وقتِ نزول سے لے کر تا قیامت سارے انسانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے ۔قرآن پاک کی وضاحت وتشریح کے لیے علم تفسیر رائج ہوا جس میں بہت تنوع ااور وسعت ہے۔تفسیر لغت میں کسی چیز کی وضاحت اور بیان کو کہتے ہیں، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب کبھی یہ لوگ تمہارے پاس کوئی انوکھی بات لے کر آتے ہیں۔ہم تمہیں (اس کا) ٹھیک ٹھیک جواب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ عطا کردیتے ہیں۔"[1] کبھی کبھار تو قرانِ پاک کی تفسیر قرآن ہی میں موجود ہوتی ہے،اَلقَارِعَةُ مَاالَقارِعَةُ وَمَااَدرٰک مَاالقَارِعَةُ ،[2] الحَاقةُ مَاالحَاقَةُوَمَا اَدرٰک مَاالحَاقةُ،[3] اور ساتھ ہی نبی کریم ﷺ نے خود اس کی تفسیر کی ۔اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے شاگردوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تفسیر وتوضیح کی۔ان کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور ہر زمانے کے علماء نے اپنی استعداد کے مطابق اس کی تفسیر کی اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔قرآنِ پاک کے ساتھ ساتھ دوسری چیز جو نبی کریم ﷺ کو دی گئی وہ وحی خفی ہے جو احادیث کے نام سے موسوم ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت کے نام سے یاد فرمایاہے،اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے "و اَنزَل اللهُ عَلَیک الکِتَابَ وَالَحِکمَةَ وَ عَلمَکَ مَا لَم تکُن تَعلَمَ"[4] جس میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کی عملی تفسیر کا نمونہ پیش کیا۔قرآن کریم اور حدیث نبوی لازم و ملزوم ہیں ان میں سے ایک کو بھی چھوڑنے سے مکمل دین سمجھ میں نہیں آسکتا۔عَن اَبِی هُرِیرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنه،قَالَ :قَالَ رَسول اللهﷺ :"اِنِی قَد تَرَکتُ فِیکُم شَیئِنِ لَن تَضِلُوا بَعدَهُمَا:کِتَابَاللهِ وَ سُنَتِی،وَلَن یَتفَرَقَا حَتَی یَرِدَا علیَ الحَوضَ"[5] قرآن کریم اور احادیثِ نبوی دونوں میدانوں میں ہر زمانے کے علماء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا،دوسری وتیسری صدی ہجری کے ساتھ ساتھ چوتھی صدی ہجری بھی اس اعتبار سے خاصی اہم ہے، جس میں حدیث کی بنیادی کتب باقاعدہ طور پر مدون ہوئیں اسی طرح تفسیر کے اُمہات الکتب بھی اسی دور میں مرتب ہوئیں۔

حدیث کے میدان میں پہلی حیثیت امام بخاریؒ (م:256ھ) کی کتاب صحیح بخاری کی ہے تو کتب ستہ کی ایک اہم کتاب جامع ترمذی بھی ہے جو امام ترمذی (م:279ھ)[6] کی تصنیف وتالیف ہے،امام ترمذی کی کتاب آٹھ قسم کے مضامین پر مشتمل ہے اسلئے اس کو جامع کہا جاتا ہے اور چونکہ ترتیب فقہی کے اعتبار سے احکام کے احادیث بکثرت لائے

گئے ہیں اس لئے اس پر سنن کا اطلاق بھی ہوتا ہے، امامِ ترمذی کا پورا نام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی، بوغی قبیلہ بنو سُلیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح امام ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی[7] کی تفسیر السمرقندی المُسمّٰی بحر العلوم اسی حیثیت کا تفسیر مانا جاتا ہے۔

امامِ ترمذیؒ اور امام سمرقندیؒ دونوں اپنے اپنے میدان میں اپنے زمانے سے لے کر اب تک ایک اہم مقام پایا ہے، اسی طرح ان کی کتب کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ دونوں اہمیت کی وجہ سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ان دونوں ائمہ کی تفسیر میں مشترکات ومختلفات کو سامنے لایا جائے اور جہاں جہاں دونوں کے منہج تفسیر میں امتیاز پایا جاتا ہے، انہیں واضح کیا جائے۔ تاکہ تفسیر سمرقندی کو جامع ترمذی کی موافقت حاصل ہو، جس سے اس کی روایات کی مزید توثیق ہو سکے۔ اس بات کی ضرورت تھی کہ تدوینِ حدیث اور تدوینِ تفسیر کے اس زمانے میں میں محدثین اور مفسرین کے منہج تفسیر میں اشتراک ومختلفات کی جانچ کی جائے کہ کہاں تک ان میں اشتراک وامتیاز ہے۔ امامِ ترمذی وسمرقندی دونوں مجتہد ہیں، دونوں قرآنِ کریم کی تفسیر میں آیات احکام سے مسائل کی استنباط کس نہج پر کرتے ہیں؟ کہاں دونوں مشترک ہیں؟ اور کہاں دونوں کا ایک دوسرے سے اختلاف ہے؟ اس کو واضح کرنا ضروری سمجھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف

امام ترمذی رحمہ اللہ کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسی ہے، کنیت ابو عیسیٰ اور وطن کی نسبت "بوغي" اور "ترمذی" ہے، علامہ بقاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کے آباءواجداد شہر "مرد" کے باشندے تھے، پھر خراسان کے شہر "ترمذ" میں منتقل ہوگئے، جو دریائے جیجون کے کے کنارے ایک مشہور شہر تھا، اس شہر سے بڑے بڑے علماو محدثین پیدا ہوئے، اسی لیے اس کو "مدینۃ الرجال" کہا جاتا تھا، اس شہر کے چند فرسخ کے فاصلہ پر "بوغ" نامی قصبہ آباد تھا، امام ترمذی رحمہ اللہ اسی قصبہ میں پیدا ہوئے اس لیے ان کو "بوغی" بھی کہتے ہیں، اور "ترمذی" بھی، لیکن چوں کہ بوغ ترمذ کے مضافات میں واقع تھا، اس لیے ترمذی کی نسبت زیادہ مشہور ہوئی۔[8] امام ترمذی رحمہ اللہ کا سن پیدائش ۲۰۹ھ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ۲۰۰ھ ہے لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے، آپ کی وفات بہ اتفاق ۲۷۹ھ میں ہوئی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک مصرعہ میں ان کی تاریخ ولادت ووفات جمع کی ہے[9]

جامع ترمذی اور اس کی خصوصیات

امام ترمذی رحمہ اللہ کی جامع ترمذی معروف اور غیر مختلف فیہ کتاب ہے، اسے پوری امت نے باتفاق صحاح ستہ میں شامل سمجھا ہے، حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ[10] نے لکھا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے "جامع ترمذی" تالیف کرنے کے بعد اسے خراسان، حجاز، مصر اور شام کے علما کے پاس پیش کیا، جب ان تمام علما نے اسے پسند کیا اور اس کی تحسین

کی تب اس کی عمومی اشاعت فرمائی اور خود امام ترمذی رحمہ اللہ کا قول ہے: **من كان عنده هذا الكتاب الجامع فكان عنده نبيا يتكلم**۔ اس کتاب میں بعض ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔

یہ کتاب بیک وقت جامع بھی ہے اور سنن بھی اس لیے کہ اسے فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں بخاری شریف کی نسبت احادیث کا تکرار بہت کم ہے۔

امام سمرقندیؒ کا تعارف

امام سمرقندیؒ کا اصل نام نصر بن محمد بن ابراہیم الخطاب سمرقندی التوزی البلخی ہے، فقہ سے زیادہ لگاؤ، شغف اور مہارت کی وجہ سے وہ فقیہہ کے لقب سے مشہور ہے، فقیہہ کا لقب اسے بہت پسندیدہ ہے، کہ اس نے جب تنبیہ الغافلین کی کتاب لکھی پھر روضہ اقدس پر چلے اور آپ ﷺ کی خدمت میں اس کتاب کو پیش کیا، تو آپ ﷺ نے اس میں ملاحظہ فرما کر کے پھر خواب میں اس کے حوالہ کیا تو فرمایا کہ اے فقیہہ اسے پکڑو، جب اس نے جاگنے کی حالت میں دیکھا تو وہ آثار موجود تھے، ابو منصور ماتریدی نے اسے امام الھدیٰ کے لقب سے بھی یاد کیا ہے۔

کنیت ابو للیث ہے، تاریخ پیدائش صحیح طور پر معلوم نہیں ہے، لیکن بعض ۳۰۱یا۳۱۰ھ بتاتا ہے، اور اسی طرح اس کی وفات میں بھی اقوال مختلف ہیں۔ البتہ داؤدی نے طبقات المفسرین میں اس کا تاریخ وفات منگل کی رات اور ۱۱ جمادی الاخریٰ ۳۹۳ھ ذکر کی ہے۔

سمرقند خراسان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، جو وادی صفد کے جنوب میں واقع ہے، اور اسی زمانے میں یہ علماء، فقہاء، طلباء، واعظین اور صوفیاء کا شہر تھا، اس لئے اس نسبت سے بہت سے علماء مشہور ہیں، مثلاً حکیم سمرقندی، محمد بن احمد سمرقندی، اسحاق سمرقندی، ابو نصر سمرقندی، ابو عثمان سمرقندی وغیرہ۔ آپؒ کے والد کا نام محمد بن ابراہیم توذی تھا، جو عالم فاضل اور متقی تھے اور بچپن میں اس کا استاد بھی تھا، اس نے اکثر اپنے تفسیر میں اس کے اقوال نقل کئے ہے۔

تفسیر (بحر العلوم) سمرقندی کا تعارف

امام سمرقندیؒ نے اپنے تفسیر میں تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے دونوں کو جمع کیا ہے، تو اس کی تفسیر کو دو انواع کی جمع کرنے کی وجہ سے بحر العلوم کہا جاتا ہے، مفسرؒ نے اپنے تفسیر میں تفسیر بالماثور کو ترجیح دی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تفسیر بالرائے کی طرف بھی جاتے ہیں کیونکہ وہ ایک جگہ تفسیر بالماثور کو جائز قرار دیتے ہیں تو دوسری جگہ تفسیر بالرائے کی بھی اجازت دیتے ہیں۔

مثلاً تفسیر بالماثور کے بارے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قول کو پیش کرتے ہیں، '''کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جب آیت "وَفَاكِهَةً وَأَبًّا"(11) کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اللہ کی کتاب میں اپنی طرف

سے کچھ کہو تو مجھے کونساں آسمان جگہ دے گا اور کونسی زمین مجھ اُٹھائے گی، اس طرح مفسرؒ نے اپنے والد کے قصے کو نقل کیا ہے کہ میرے والد سے ایک شخص ننے پوچھا کہ کیا یہ آپ کی اپنی رائے کی تفسیر ہے تو وہ روئے اور فرمایا کیا میں اتنا نڈر ہو حالانکہ میں نے دس سے اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر سیکھی ہے، [12]

لیکن دوسری طرف وہ اپنی کتاب بستان العارفین میں لکھتے ہیں کہ قرآن ساری مخلوقات پر حجت ہے، کہ اگر تفسیر جائز نہ ہوتا (تفسیر سے یہاں مفسرؒ کا تاویل ہے جس کو وہ تفسیر بالائے کی معنی میں لیتا ہے) تو پھر کامل حجت نہیں ہو سکتا، جب بات اس طرح ہے تو مفسر کے لئے لغات العرب اور شان نزول جاننا ضروری ہے، اور جو تکلف کرنے والے ہیں تو ان کو چاہئے کہ تفسیر اتنا ہی نقل کرے جتنا کہ اس نے سنا ہے، پس یہ حکایت کی طرز پر ہے نہ کہ تفسیر کے طریقے پر تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے، اگر اس نے تفسیر سیکھا ہے اور اور اس کا ارادہ ہے کہ کسی آیت سے حکم یا کوئی دلیل نکال رہا ہو، تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر اس نے کہا کہ: کہ آیت کی معنی کچھ اس طرح اس طرح ہے بغیر اس کے کہ اس نے اس کے بارے میں کوئی چیز سنا ہو تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے، اس چیز سے منع کیا گیا ہے، اگر اس نے آئمہ میں سے کسی سے کچھ سنا ہو تو پھر جائز ہے۔[13]

تو ابو اللیثؒ کے منہج سے پتا چلتا ہے کہ اس نے نفس تفسیر بالرائے کو ناجائز قرار دیا ہے لیکن لغات العرب کے ماہر اور استنباطات کے استعداد رکھنے والوں کے لئے گنجائش چھوڑا ہے، ابو اللیثؒ نے تفسیر بالماثور میں پہلے قرآن کو قرآن سے پھر قرآن کو حدیث سے پھر قرآن کو صحابہ کے اقوال سے پھر تابعین سے کا ترتیب بیان کیا ہے، اور اخیر میں اسرائیلیات سے بھی سہارا لیا ہے، لیکن ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نئے مسلمان ہونے والے اھل کتاب سے وہ چیزٰ نہیں پوچھتے تھے لیکن وہ چیزٰن معلوم کرتے تھے، جس پر ایمان، عقیدہ اور احکامات کا احصار نہ ہو، مثال کے طور پر اصحاب کہف کے کتے کا رنگ وغیرہ، [14]

سورۃ الفاتحہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (1) الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (2) الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (3) مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ (4) إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (5) اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ (6) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِمْ غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ (7)

امام ترمذیؒ کی تفسیر

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے، وہ ناقص ہے، نامکمل ہے عبد الرحمٰن کہتے ہیں: میں نے کہا: ابو ہریرہ! میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟[15] انہوں نے کہا: فارسی کے لڑکے! اسے اپنے جی (دل ہی دل میں) پڑھ لیا کرو کیونکہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں بانٹ دی ہے۔ آدھی نماز میرے لئے ہے اور آدھی میرے بندے کے لئے، اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو مانگے۔ میرا بندہ پڑھتا ہے: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ "تو اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری حمد یعنی تعریف کی۔ بندہ کہتا ہے: "الرحمٰن الرحیم" تو اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا کی، بندہ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ "کہتا ہے تو اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری عظمت اور بزرگی بیان کی اور عظمت اور بزرگی صرف میرے لئے ہے، اور میرے اور میرے بندے کے درمیان " إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ " سے لے کر سورۃ کی آخری آیت تک ہیں، اور بندے کے لئے وہ سب کچھ ہے جو وہ مانگے۔ بندہ کہتا ہے "اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِمْ غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ" ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی"(16)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، لوگوں نے کہا: یہ عدی بن حاتم ہیں، میں آپ ﷺ کے پاس بغیر کسی امان اور بغیر کسی تحریر کے آیا تھا، جب مجھے آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ آپ ﷺ اس سے پہلے فرما چکے تھے کہ "مجھے اُمید ہے کہ اللہ ان کے ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا" عدی کہتے ہیں: آپ ﷺ مجھے لے کر کھڑے ہوئے، اسی اثناء میں ایک عورت ایک بچے کے ساتھ آپ ﷺ سے ملنے آگئی، ان دونوں نے عرض کیا: ہمیں آپ ﷺ سے ایک ضرورت ہے، آپ ﷺ ان دونوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ان کی ضرورت پوری فرما دی۔

پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے لئے اپنے گھر آگئے۔ ایک بچی نے آپ ﷺ کے لئے ایک گدا بچھا دیا، جس پر آپ ﷺ بیٹھ گئے اور میں بھی آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: "(بتاؤ) تمہیں "لا الٰہ الا اللہ" کہنے سے کیا چیز روک رہی ہے؟ کیا تم اللہ کے سوا کسی اور کو معبود سمجھتے ہو؟" میں نے کہا نہیں: آپ ﷺ نے کچھ دیر باتیں کیں، پھر فرمایا: "اللہ اکبر کہنے سے بھاگ رہے ہو؟" کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ سے بھی بڑی کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "یہود پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں" اس پر وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میں نے تو مسلمان ہونے کا ارادہ کر کے آیا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ پھر آپ ﷺ نے میرے لئے حکم فرمایا: تو میں ایک انصاری صحابی کے ہاں مہمان ٹھہرا دیا گیا، پھر میں دن کے دونوں کنارے صبح اور شام آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے لگا۔(17)

ایک شام میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ لوگ چیتے کی سی دھاری دار گرم کپڑے پہنے ہوئے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے (ان کے آنے کے بعد) آپ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ نے کھڑے

ہو کر تقریر فرمائی اور لوگوں کو ان پر خرچ کرنے کے لئے اُبھارا۔[18] آپ ﷺ نے فرمایا:"(صدقہ) دو اگرچہ ایک صاع ہو اگرچہ آدھا صاع ہو، اگرچہ ایک مٹھی ہو، اگرچہ ایک مٹھی سے بھی کم ہو جس کے ذریعے تم میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو جہنم کی گرمی یا جہنم سے بچا سکتا ہے۔ تم (صدقہ) دو چاہے ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو؟ چاہے آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو؟ کیونکہ تم میں سے ہر کوئی اللہ کے ہاں پہنچنے والا ہے، اللہ اس سے وہی بات کہنے والا ہے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں،(وہ پوچھے گا) کیا ہم نے تمھارے لئے کان اور آنکھیں نہیں بنائیں؟ وہ کہے گا: ہاں، کیوں نہیں! اللہ پھر کہے گا: کیا میں نے تمھیں مال اور اولاد نہ دی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں تو نے ہمیں مال اور اولاد سے نوازا۔

وہ پھر کہے گا وہ سب کچھ کہاں ہے جو تم نے اپنی ذات کی حفاظت کے لئے آگے بھیجا ہے؟ (یہ سن کر) وہ اپنے آگے، اپنے پیچھے، اپنے دائیں بائیں (چاروں طرف) دیکھے گا، لیکن ایسی کوئی چیز نہ پائے گا جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو جہنم کی سے بچا سکے۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک کو اپنے آپ کو جہنم کی گرمی سے بچانے کی کوشش و تدبیر کرنی چاہیے ایک کھجور ہی صدقہ کر کے کیوں نہ کرے۔ اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی اور بھلی بات کہہ کر ہی اپنے آپ کو اپنے کو جہنم کی گرمی سے بچائے۔ مجھے اس کا خوف نہیں ہے کہ تم فقر و فاقہ کا شکار ہو جاؤ گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمھارا مددگار ہے، اور تمہیں دینے والا ہے (اتنا دینے والا ہے) کہ ایک ہودج سوار عورت (تنہا) یثرب (مدینہ) سے حیرہ تک یا اس سے بھی لمبا سفر کرے گا اور اسے اپنی سواری کے چوری ہو جانے تک کا ڈر نہ ہو گا" عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (اس وقت) میں سوچنے لگا کہ قبیلہ بنی طے کے چور کہاں چلے جائیں گے؟[19]

امام سمرقندیؒ کی تفسیر

مجاہدؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الفاتحہ مدنی سورت ہے ابو صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے وہ فرماتے ہیں: کہ یہ مکی سورت ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کا آدھا مکہ میں نازل ہوا اور آدھا مدینے میں، امام سمر قندیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حاکم ابو الفضل نے بیان کیا ہے اور اس سے محمد بن الحسین حدادی نے اور اس نے کہا کہ ہم سے ابو حامد مزوری نے اور اس نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن مرزوق نے اور اس سے عمر بن یونس نے اور اس سے جھضم بن عبداللہ اس نے علاء بن عبد الرحمٰن نے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کہ اللہ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس کی مثل اللہ نے نبی کے اُوپر نازل نہیں کی تو آپ ﷺ سے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں پوچھا پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اُمید ہے کہ آپ دروازے کے نکلنے سے پہلے اپ سیکھ جائیں گے، حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ پھر باتوں میں مشغول ہو گئے پھر اُبی نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا" کہ آپ کس چیز کو نماز میں پڑھتے ہوتے ہو؟" اُبی رضی

اللہ عنہ نے کہا کہ اُم الکتاب، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تورات ،انجیل اور قرآن پاک میں اس کی مثل سورت نازل نہیں ہوئی، اور وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم وہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے اور بعض نے کہا: سبع مثانی سبع طوال ہیں، سورۃ البقرہ، آل عمران، اور اس کے بعد والے پانچ سورتیں اور اس مثانی اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ اس قصص دو بار بیان ہوئے ہیں اور اکثر علماء کا قول ہے: وہ سورۃ فاتحہ ہے اور یہ سات آیتوں کی وجہ سبع مثانی گردانا گیا، اور یہ اس لئے مثانی سے یاد کیا گیا کہ یہ ہر نماز میں دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے،[20]

امام سمرقندیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد، اس سے ابوعبد اللہ محمد بن حامد (الخرعونی)[21]، اس سے علی بن اسحاق[22]، اس سے محمد بن مروان[23] اور اس نے محمد بن سائب کلبیؒ[24] اور اس نے ابی صالح مولیٰ اُم ھانی[25] سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول "**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ**" کے معنی ہے "الشکر للہ" اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول: الشکر للہِ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس کی ساری نعمتوں پر شکر ہو بعض نے کہا "**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ**" یعنی وحدانیت اللہ کے لئے ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ بندگی بھی صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور قتادہؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اس کا معنیٰ کہ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں مغضوب علیھم اور ضالین میں سے نہیں بنایا۔

پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول "**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ**" کے معنی اور یہ بھی کہا گیا" بعض نے کہا اس میں قُل مضمر ہے یعنی " قل الحمد للہ " اور بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد خود بیان کی ہے، تاکہ اس کے بندے اس حمد کا طریقہ سیکھے اور اسی طریقے سے اس کا حمد کرے، اور لغت والوں نے کہا کہ یہ صفت کا بہترین اور خوبصورت طریقہ ہے اور جو اللہ تعلیٰ نے صفت بیان کی وہ اس کی صفت بیان کرنے کا بہترین طریقہ ہے اور جس کی وجہ سے اللہ نے اپنے بندوں کی اُوپر انعامات کئے ہیں، اور حمد کے معنی شکر کے بھی ہے اور اس میں صفت کی معنی بھی ہے اور یہ شکر سے عام ہے، کیونکہ حمد شکر کی جگہ کے قائم مقام ہو سکتا ہے لیکن شکر حمد کا قائم مقام نہیں ہو سکتا، اور بعض نے کہا: کہ شکر عام ہے کیونکہ یہ زبان، اعضاء اور دل پر ہے اور حمد خاص زبان پر ہے۔[26] اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "**اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**" کلبیؒ کی روایت میں ہے دو نرم نام ہیں جنمیں سے ایک دوسرے سے زیادہ نرم ہے اور بعض لغت والوں نے کہا: کہ یہ معنی مناسب نہیں ہے اگر یہ کہا جائے دو لطیف اسم ہیں تو یہ بہتر ہو گا لیکن اس کا معنی ہمارے ہاں اللہ اعلم۔

کہ رقت سے مراد رحمت ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے لئے نرم پڑ گیا جب اس پر رحم کرے اور یہ رق یرق سے ہے جب رحم کرے۔

اور یہ کہنا کہ ایک نام دوسرے سے نرم ہے۔ بعض نے کہا الرحمٰن زیادہ نرم ہے اس لئے کہ اس کے رحمت میں مبالغہ ہے کیونکہ کہ یہ مومن اور کافر دونوں کے لئے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ الرحیم زیادہ نرم ہے کیونکہ یہ دنیا اور اخرت

دونوں کے لئے ہیں اور بعض کہتے ہیں ان میں سے ایک دوسرے سے ایک خاص وجہ سے نرم ہے اور یہ معنی واضح نہیں ہے اور کسی نے کہا کہ ایک دوسرے سے نرم ہے یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے سے نرم ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان " مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ " نافع، ابن کثیر، حمزہ، ابو عمرو بن العلاء اور ابن عامر نے "مالک" بغیر ھمزہ کے پڑھا ہے اور عاصم اور کسائی نے الف کے ساتھ پڑھا ہے پس جس نے الف کے ساتھ پڑھا ہے تو انہوں نے کہا کہ مالک میں کے صفت میں مبالغہ ہے اسلئے کہ مالک الدار اور مالک الدابہ ، اور ملک نہیں کہا جاتا، مگر بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو، اور جس نے ملک بغیر الف کے پڑھا ہے اس نے کہا الملک کی صفت میں مبالغہ ہے جب آپ کہے کہ فلاں شخص اس شہر کا بادشاہ ہے تو یہ بادشاہت سے کنایہ ہے نہ کہ بادشاہ، اور جب آپ کہے کہ اس شہر کا مالک ہے تو یہ بادشاہ حقیقی سے عبارت ہے اور مالک بن دینارؒ سے مروی ہے وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نماز شروع کرتے تھے نماز " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " سے اور سارے " مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ " الف کے ساتھ پڑھتے تھے۔[27]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد " اِيَّاكَ نَعْبُدُ " وہ تعلیم ہے مومنوں کے لئے کہ وہ کیسے اور کیا کہیں گے جب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اپننے نمازوں میں پس ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بندگی اور کمزوری کو پیش کریں گے تاکہ وہ ان کو توفیق دے اور ان کا مدد کرے پھر فرمایا " اِيَّاكَ نَعْبُدُ " یعنی ہم تجھے اکیلا مانتے ہیں اور تیری تابعداری کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ " اِيَّاكَ نَعْبُدُ " یعنی خاص تیری اطاعت کرتے ہیں، اور اس میں تیرے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد " وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " کہتے ہیں یعنی عبادت اور حقوق کی ادائیگی پر تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ کلام بعض اوقات غائب کے صیغے میں ہوتا ہے اور بعض مخاطب کے صیغے پر اس لئے کہ سورۃ کا افتتاح غائب الفاظ پر ہوا۔[28]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " پھر مخاطب کے صیغے پر مذکور ہے فرمایا " اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " اور یہ کچھ اسطرح ہے جس طرح کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے "وھو الذی یسیر کم فی البر والبحر حتی اذا کنتم فی الفلک" پس مخاطب کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا پھر فرمایا "وجرین بھم بریح طیبۃ وفرحوبھا" یہ غائبانہ ذکر ہے اور اس کی مثالیں قران میں بہت ذیادہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ " ابن کثیرؒ سے دو قراتیں ان سے مذکور ہیں اس نے پڑھا "السراط" سین کئے ساتھ اور حمزہ سے "ز" کے ساتھ پڑھنا اور باقیوں نے ص کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ سارے جائز ہیں اس لئے کہ سین اور صاد دونوں کا مخرج ایک ہے اور اسی طرح "ز" بھی ان دونوں سے قریب ہے اور معروف قرات صاد کے ساتھ ہے۔

" **اهدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** " ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا" **اهدِنَا** "یعنی ہماری رہنمائی فرما اور وہ " **الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** " اور وہ اسلام ہے اگر کہا جائے کہ کیا وہ طریق مستقیم نہیں ہے؟ وہ اسلام ہے تو سوال کی معنی کیا ہے؟ یہ وہ راستہ ہے جس کے اوپر آدمی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے، پس بندہ اپنے رب سے سے مانگتا ہے کہ اس کا اس راستے کی طرف رہنمائی کرے جس پر وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے، اور اس کو دوسرے راستوں سے محفوظ کرے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خط کھینچا سیدھا اور اس کے ایک طرف بہت سے خطوط کھینچے پھر فرمایا کہ یہ سیدھا راستہ ہے اور یہ باقی راستے ہیں، اور ہر طریق پر شیطان ہے جس کی طرف وہ بلاتا ہے اور کہتا ہے آجاؤ اس طرف، اور اس میں یہ آیت اُتری "وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔۔۔عن سبیلہ "اس لئے فرمایا کہ ہمیں سیدھے رستے پر چلا اور ہمیں متفرق راستوں سے حفاظت فرما، کلبیؒ فرماتے ہیں: ہمیں دین اسلام پر موت عطا فرما اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں :"اھدنا" الصراط المستقیم "یعنی ہمیں اس پر ثابت قدم رکھو، علی رضی اللہ عنہ کے قول کا مقصد یہ ہے؛ کہ ہمیں ثابت قدم فرما، یعنی ہمارے دلوں کی اس پر حفاظت فرما اور اس کو معصیت کی طرف نہ لوٹا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے "ویھدیک صراطا مستقیما" پس اسی طرح یہاں پر اللہ تعالیٰ کا قول" **صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** "یعنی وہ راستہ جس کی وجہ سے میں نے اُن کے اُوپر احسان کیا ہے، پس میں نے اُن کے کے اس ارشاد ہے کہ میں نے اسلام کے اُوپر ان کے قلوب کو ثابت رکھا یہاں تک کہ اس پر مر گئے اور وہ انبیاء، اصفیاء، اور اولیاء اس کے تھے پس ہمارے اُوپر بھی وہ احسان فرما جو تونے ان پر کیا تھا۔(29)

امام سمرقندیؒ کہتے ہیں کہ مجھے فقیہ نے خبر دی: ابو جعفر کہتے ہیں: کہ مجھ سے ابو بکر احمد بن محمد بن سھل قاضی نے بین کیا وہ کہتے ہیں: کہ مجھ سے احمد بن جریر نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ ہم سے عمر بن اسماعیل بن مجالد نے کہا: ہم سے ھشام بن قاسم نے بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حمزہ بن مغیرہ، اس سے عاصم، اس سے ابو العالیہ نے بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں " **اهدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** "۔ فرمایا یہ نبی علیہ السلام اور کے بعد اپ ﷺ کے ساتھی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں، عاصم نے کہا کہ میں نے یہ حسن بصریؒ کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ابو العالیہ نے سچ کہا اور خیر کی بات کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد " **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ** "یعنی یہود کے راستے کے بغیر کہتے ہیں ہمیں اپنے گناہوں کے ذریعے رسوا نہ کرے، جیسا کہ یہود ان کے قلوب محفوظ نہیں ہوئے یہاں تک کہ اُنہوں نے دین چھوڑا" **وَلَا الضَّالِّينَ** "یعنی اور نہ نصاریٰ جن کے دل محفوظ نہیں ہوئے اور گناہوں کی وجہ سے رسوا ہوئے یہاں تک کہ نصاریٰ بن گئے، اگر یہ کہا

جائے کہ کیا نصاریٰ مغضوب علیھم نہیں ہیں؟اور یہود ضالین نہیں ہیں؟اور کیسے مغضوب علیھم یہود کے لئے اور ضالین نصاریٰ کے لئے خاص کئے گئے؟تو کہا جائے گا کہ یہ خبر اور آیت کی دلیل سے گردانا گیا۔

پس خبر رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے مغضوب علیھم کے بارے میں پوچھا اور آپ ﷺ وادی القریٰ کے اُوپر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود،اور ضالین کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نصاریٰ او آیت یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہود کے قصے میں ذکر کیا" فباءو بغضب علی غضب"اور اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے قصے میں فرمایا"قد ضلو من قبلو اضلو کثیر او ضلو عن سواء السبیل""آمین"یہ سورۃ میں سے نہیں ہے لیکن رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے اسے کہتے تھے اور اس کے کہنے کی ترغیب بھی دیتے تھے اور معنی اس کی وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا ہو جائے(30)

اور مقاتل ؒ فرماتے ہیں:کہ یہ دعاؤں کے لئے قوت ہے اور سبب نزول رحمت ہے،اور کلبیؒ سے روایت ہے وہ ابی صاح سے نقل کرتے ہیں اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آمین کی معنی کیا ہے؟تو آپ ﷺ نے فرمایا اے رب اس طرح کر اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں دو لغتیں ہیں ایک ہے امین بغیر مد کے اور ایک ہے آمین مد کے ساتھ ان دونوں کے معنی ایک ہے یعنی قبولیت کی درخواست۔

امام ترمذیؒ اور امام سمرقندیؒ کے کے حکامِ فقہیہ کے استنباط میں اختلاف

سورہ فاتحہ کے بارے میں امام ترمذی باقاعدہ فاتحہ خلف الامام کی تائید میں احادیث کو لایا ہے جبکہ امام سمرقندی اس بارے میں کوئی احادیث لے کر نہیں آتے نہ اثبات میں اور نہ نفی میں،بلکہ اُنہوں نے مختلف قرآتوں کو بیان کیا ہے۔(31)

امام ترمذیؒ اور امامِ سمرقندیؒ کے تفسیر بالماثور میں اشتراک

غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ (32)سورہ فاتحہ کی آیت ۷ کے تفسیر بالماثور کے بارے میں امام ترمذیؒ اور امامِ سمرقندیؒ دونوں مشترک ہیں امام ترمذیؒ نبی کریم ﷺ کا حدیث نقل کرتے ہیں"یہود پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں "(33) امامِ سمرقندیؒ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں"ایک آدمی نے وادِ القُریٰ کے اُوپر نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ مغضوب علیہ کون ہیں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہود" پھر پوچھا کہ ضالین کون ہیں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "نصاریٰ"(34)

امام ترمذیؒ اور امام سمرقندیؒ کے منہج میں اختلاف

یہاں تفسیر بالماثور میں امام ترمذی نے حدیث اور اس کے صحت کو بیان کیا،اور جرح و تعدیل کی پوری پابندی کی،امام ترمذیؒ جب کسی آیت کی تفسیر نقل کرتے ہیں تو حدیث کی روایت اور درایت دونوں کے صحت کا خوب

خیال رکھتے ہیں قطع نظر اس کے کہ تفسیر لمبا چوڑا ہو یا نہ ہو لیکن امامِ سمرقندیؒ نے تفسیر تو خوب کھول کر بیان کی ، قرآن کی تفسیر قرآن سے ، پھر صحیح احادیث، پھر ضعیف احادیث سے ، اقوالِ صحابہ سے ، اقوالِ تابعین، مختلف قراء کی قراتوں، متفرق لغتوں اور اسرائیلیات کے بعد خوابوں کو بھی تفسیر میں پیش کیا ہے،[35] جو ایک طرف محدثانہ طرز بھی ہے۔ لیکن یہ پیچھے والا حصہ استنادی ضعف ایک مفسرانہ رنگ ہے۔

نتائج

الف: مشترکات

۱۔ یہاں تفسیر بالماثور میں امامِ ترمذی امامِ سمرقندیؒ نے بسط و تفصیل سے کام لیا ہے۔

۲۔ امامِ ترمذی اور امامِ سمرقندی دونوں حضرات سند کے رجال ایک ہی ترتیب سے نقل کرتے ہیں

۳۔ امامِ ترمذیؒ کی طرح امامِ سمرقندیؒ کسی کمزور راوی کو لانے پر کبھی کبھار حکم لگاتے ہے۔

ب: مختلفات

۱۔ امامِ سمرقندیؒ نے تفسیر تو خوب کھول کر بیان کی ، قرآن کی تفسیر قرآن سے ، پھر صحیح احادیث، پھر ضعیف احادیث سے، قطع نظر اس کے ثقاہت ہو یا نہ ہو کم ہو یا زیادہ ہو۔

۲۔ امامِ سمرقندیؒ نے اقوالِ صحابہ سے ، اقوالِ تابعین، مختلف قراء کی قراتوں، متفرق لغتوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

۳۔ امامِ سمرقندیؒ اسرائیلیات کے استعمال کے ساتھ خوابوں کو بھی تفسیر میں سمایا ہوا ہے۔

۴۔ سورہ فاتحہ کے بارے میں امامِ ترمذی باقاعدہ فاتحہ خلف الامام کی تائید میں احادیث کو لایا ہے جبکہ امامِ سمرقندی اس بارے میں کوئی احادیث لے کر نہیں آتے نہ اثبات میں اور نہ نفی میں ، بلکہ اُنہوں نے مختلف قرآتوں کو بیان کیا۔ لہذا فقہی استنباط میں دونوں مختلف ہیں۔

۱۔ یہاں تفسیر بالماثور میں امامِ ترمذی نے حدیث اور اس کے صحت کو بیان کیا، اور جرح و تعدیل کی پوری پابندی کی ہے۔

۲۔ امامِ ترمذیؒ جب کسی آیت کی تفسیر نقل کرتے ہیں تو حدیث کی روایت اور درایت دونوں کے صحت کا خوب خیال رکھتے ہیں قطع نظر اس کے کہ تفسیر لمبا چوڑا ہو یا نہ ہو۔

۳۔ اگر خدانخواستہ امام ترمذیؒ کسی کمزور راوی کو لاتے بھی ہے تو وہ پورا حکم لگانے کے ساتھ تاکہ حدیث میں کوئی سقم نہ ہو اگر ہو بھی تو واضح ہو۔

۱۔امامِ سمرقندیؒ نے تفسیر توخوب کھول کر بیان کی، قرآن کی تفسیر قرآن سے، پھر صحیح احادیث، پھر ضعیف احادیث سے، قطع نظر اس کے ثقاہت ہو یا نہ ہو کم ہو یا زیادہ ہو۔

۲۔امامِ سمرقندیؒ نے اقوالِ صحابہ سے، اقوالِ تابعین، مختلف قراء کی قراتوں، متفرق لغتوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

۳۔امامِ سمرقندیؒ اسرائیلیات کے استعمال کے ساتھ خوابوں کو بھی تفسیر میں سمایا ہوا ہے۔

حوالہ جات

[1]۔عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، دارالاشاعت، کراچی، 2012ء، سورہ الفرقان:33

[2]۔سورۃ القارعۃ:3

[3]۔سورۃ الحاقۃ:3

[4]۔سورۃ النساء:113

[5]۔حاکم، ابو احمد محمد بن عبد اللہ، امام، النیسابوری، المستدرک علی الصحیحین (مستدرک حاکم)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1402ھ، حدیث:319

[6]۔امامِ ترمذی کا پورا نام محمد بن عیسٰی بن سورہ بن موسٰی، کنیت ابو عیسٰی اور وطن کی نسبت "بوغی" اور "ترمذی" ہے، علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپؒ کے آباء واجداد شہر "مرو" کے باشندے تھے، پھر پھر دریائے جیجون کے کنارے مشہور شہر خراسان کے شہر ترمذ میں منتقل ہوگئے، اس لئے ترمذی کی نسبت ذیادہ مشہور ہوئی۔ امامِ ترمذیؒ کا سن پیدائش 209ھ اور بعض کے نزدیک 200ھ ہے، لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے، آپؒ کی وفات بالاتفاق 279ھ میں ہوئی۔

امامِ ترمذیؒ نے پہلے اپنے وطن میں رہ کر علم حاصل کیا، اس کے بعد طلبِ علم کے لئے مختلف ممالک کے سفر کئے، اور اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخِ حدیث سے علم حاصل کیا، جن میں امامِ بخاریؒ، امامِ مسلمؒ، امام ابو داؤد سجستانیؒ جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں، اور ان کے علاوہ بھی سینکڑوں محدثین سے امامِ ترمذیؒ نے علم حاصل کیا۔ محمد ادریس، مفتی، تعلیماتِ محمدی شرح جامع ترمذی، شعبہ تحقیق وتصنیف، دارالمطالعہ، حاصل پور ضلع بہاولپور، 2005ء، ج1ص46

[7]۔امام سمرقندی کا پورا نام ابی اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی ہے، کنیت ابواللیث، نام نصر بن محمد بن ابراہیم، اور نسبت سمرقندی ہے، سمرقند خراسان کا ایک شہر جو وادی صفد کے جنوب میں واقع ہے، آپ کے پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن صحیح قول کے مطابق ۳۰۱اور ۳۱۰ھ کے درمیان ہے، اور وفات ۱۱ جمادی الثانی ۳۹۳ھ ہے، سمرقند چونکہ علماء مشائخ اور صوفیہ کا علاقہ ہے، تو بہت سارے لوگ سمرقند کے نسبت سے مشہور ہیں، مثلاً حکیم سمرقندی، محمد بن احمد سمرقندی، اسحاق سمرقندی، ابو محمد عبد اللہ بن فضل سمرقندی، عبد الرحمٰن ابو نصر عیاض سمرقندی، محمد بن عثمان سمرقندی اور محمد بن عبد الجلیل

سمر قندی شامل ہیں، آپ کے مشہور اساتذہ محمد بن ابراہیم توذی (والدہ)، ابو جعفر ھندوانی، (بلخی)، الخلیل بن احمد قاضی، محمد بن فضل بلخی ہیں۔ جبکہ لقمان بن حکیم فرغانی، نعیم حکیم ابو مالک، محمد بن عبد الرحمٰن زبیری، احمد بن محمد ابو سہل آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ السمرقندی، ابی االلیث نصر بن محمد بن ا براہیم، تفسیر بحر العلوم، (تفسیر السمرقندی)، محققین: شیخ عادل، احمد عبد الموجود، شیخ علی، محمد معوض، المکتبۃ المعروفیہ، کاسی روڈ شالدرہ، کوئٹہ، 1998ء، ج ا، ص

[8] ۔ لفظ "ترمذ" کے ضبط میں کئی اقوال ہیں: ا: ضم الاول والثالث یعنی تُرمُذ: ۲: فتح الاول وکسر الثالث تَرمِذ ۳: فتحھما یعنی تَرمَذ: کسرھما یعنی ترمِذ اور یہ آخری قول زیادہ معروف ومقبول ہے۔

[9] ۔ اس میں عطر کے اعداد دو سو اناسی ہوتے ہیں، جو ان کی تاریخ وفات ہے، اور ع کا عدد ۷۰ ہے، جو ان کی کل مدتِ عمر ہے۔

[10] ۔ آپ کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز بن عبد اللہ الترکمانی ہے۔ ذہبی سے معروف ہیں۔ آپ کی ولادت 637 ہجری کو دمشق میں ہوئی۔ دمشق، قاہرہ، بعلبک، حلب، نابلس اور مکہ کے شیوخ سے علم حاصل کیا۔ آپ جرح وتعدیل کے امام ہیں۔ آپ کی وفات دمشق میں 748 ہجری کو ہوئی۔ ابو المحاسن، محمد بن علی بن الحسن الدمشقی، ذیل تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیہ، 1419ھ / 1998ء، ص22

[11] ۔ تفسیر سمر قندی، ج ا، ص ۵۰

[12] ۔ تفسیر سمر قندی، ج ا، ص ۵۰

[13] ۔ تفسیر سمر قندی، ج ا، ص ۵۱

[14] - تفسیر سمر قندی، ج ا، ص ۵۱

[15] ۔ سورۃ الفاتحہ ایک جامع دعا ہے، بندوں کے جذبات کی ترجمانی کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے، اس میں بندوں کو یہ سکھا گیا ہے کہ وہ اللہ کی حمد وثناء کیسے کریں؟ اور صرف اسی سے مدد کیسے چاہیں؟ اور صراط مستقیم کی جو خیر کی تمام انواح کے لئے جامع ہے، درخواست کیسے کریں؟ اور جن پر خدا کا غضب بھڑکا، اور جو راہِ راست سے دور جا پڑے: ان سے پناہ کیسے چاہیں؟ اور بہترین دعا وہ ہے جو جامع ہو، اور فاتح ایسی ہی ایک دعا ہے اس لئے اس کو نماز کے لئے متعین کیا گیا ہے۔ پھر ائمہ میں اختلاف ہوا ہے: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نماز کی رکعت میں فاتحہ پڑھنا فرض ہے، فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہو گی، اور حنفیہ کے نزدیک فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اگر بھول سے فاتحہ چھوٹ جائے تو سجدہ سہو سے تلافی ہو جائے گی، اور اگر بالقصد چھوڑ دے تو نماز واجب الاعادہ ہو گی، اور یہ اختلاف کا اثر صرف ایک نادر صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور وہ بھول کر فاتحہ رہ جانے کی صورت ہے، اور بس۔ اور یہ حدیث پہلے کتاب الصلواۃ میں گزر چکی ہے۔ اور یہاں مقصود فاتحہ کی اہمیت بیان کرنا ہے، اور یہ اہمیت دو طرح سے ہے: ا: سورۃ الفاتحہ کو صلاۃ (نماز) کہا گیا ہے، یعنی گویا فاتحہ ہی نماز ہے اور نماز کی اہمیت اظہر من الشمس ہے پس اسی کے بقدر فاتحہ بھی اہم ہے۔ ۲: جب بندہ فاتحہ پڑھتا ہے

تو ہر آیت پر اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں، یہ بھی سورۃ فاتحہ کی اہمیت کی ایک وجہ ہے، اس لیے بندوں کو نماز کے علاوہ بھی دعاؤں میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔(تعلیمات محمدی، شرح جامع ترمذی، ج۴، ص۲۰۷)

[16] ۔ تعلیمات محمدی، شرح جامع ترمذی، ج۴، ص۲۰۷، حدیث ۲۹۵۳

[17] ۔ تعلیمات محمدی شرح جامع ترمذی ج۴، ص۲۰۸، حدیث ۲۹۵۴۔

[18] ۔ تعلیمات محمدی شرح جامع ترمذی ج۴، ص۲۰۹۔

[19] ۔ امام ترمذی کہتے ہیں، یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف سماک بن حرب کی روایت ہی سے جانتے ہیں، شعبہ نے سماک بن حرب سے، سماک نے عباد بن بشر سے اور عباد بن حبیش نے اور عباد بن حبیش نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے پوری حدیث روایت کی ہے۔(تعلیماتِ محمدی شرح جامع ترمذی، ج۴، ص۲۰۸، حدیث ۲۹۵۴

[20] ۔ تفسیر سمرقندی، ج۱، ص۹۷

[21] ۔ خرعون سمرقند میں ایک علاقے کا نام ہے۔ ابو عبداللہ محمد بن حامد اسی علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ثقہ راوی ہیں۔ آپ کے شیوخ میں علی بن اسحاق، ابو رجاء قتیبہ بن سعید اور جارود بن معاذ الترمذی شامل ہیں۔ آپؒ کے شاگردوں میں اعین بن جعفر بن الاشعث شامل ہے۔ آپ 301 ہجری کو وفات ہوئے۔ السمعاني، ، ابو سعد، عبد الكريم بن محمد بن منصور التميمي السمعاني المروزي، کتاب الانساب، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۴۰۲ھ /۱۹۸۲ء، ج5، ص92

[22] ۔ آپ کا پورا نام علی بن اسحاق بن ابراہیم بن مسلم بن میمون بن نذیر بن عدی بن ھامان الحنظلی السمرقندی ہے۔ آپ کے شیوخ میں اسماعیل بن جعفر المدنی، بشر بن عمارہ، سفیان بن عیینہ، محمد بن مروان اور عبداللہ بن المبارک شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں احمد بن رافع وراق، حفص بن معارک اور ابو سہل السری بن عصام شامل ہیں۔ آپ شوال کی ماہ میں سن 237 ہجری کو وفات ہوئے۔ المزی، ابوالحجاج یوسف بن زکی عبدالرحمان، تہذیب الکمال مع حواشیہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1400ھ /1980ء، ج20، ص321

[23] ۔ آپ کا پورا نام محمد بن مروان الکوفی ہے اور السدی کے نام سے معروف ہیں۔ بعض علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک آپ ثقہ نہیں ہے۔ جب کہ بعض نے سکوت اختیار کیا ہے۔ آپ کے شیوخ میں یحیی بن عبید اللہ اور کلبی شامل ہیں۔ شاگردوں میں ھشام بن عبید اللہ اور محمد بن عبید المحاربی شامل ہیں۔ ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس، الجرح والتعدیل، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، 1271ھ /1952ء، ج8، ص86

[24] ۔ آپ کا پورا نام محمد بن السائب الکلبی بن بشر بن عمرو بن الحارث بن عبد الحارث بن عبد العزیٰ ہے۔ آپ تفسیر، حدیث اور انساب العرب کے عالم تھے۔ آپ کی وفات کوفہ میں 146 ہجری میں ہوئی۔ ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن منیع الھاشمی، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، 1968ء، ج6، ص359

[25] ۔ آپ کا پورا نام باذام، ابو صالح مولیٰ ام ھانی ہے۔ علمائے جرح وتعدیل کے ہاں ثقہ راوی نہیں ہے۔ جماعة العلماء، موسوعة اقوال الامام احمد بن حنبل فی رجال الحدیث وعلله، عالم الکتب، بیروت، 1417ھ /1997ء، ج1، ص146

[26] ۔ جس طرح کہ فرمایا" اعملو آل داوٗد شکرا" اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں الحمدللہ ہر شکر کرنے والے کا کلمہ ہے اور یہ اس لئے کہ حضرت آدم علیہا السلام جب چھینکے تو کہا: الحمد للہ: پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یرحمک اللہ" پس اس کا رحمت اس کی غضب پر سبقت کر گیا اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے سے فرمایا "فقل الحمدللہ الذی نجانا منا لقوم الظالمین" اور ابراھیم علیہا السلام نے کہا " الحمدللہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل واسحاق" اور اللہ تعلیٰ نے داوٗد اور سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا" اقالا الحمدللہ الذیفضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین" اور محمد ﷺ سے فرمایا" و قل الحمدللہ الذی لم یتخذ ولدا" اور جنت والے کہیں گے " الحمدللہ اذھب عنا الحزن" پس یہ ہر شکر کرنے والے کا جملہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان **"رَبِّ الْعَالَمِينَ"** ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا" ساری مخلوق کی سر دار" اور وہ ذی روح کا رب ہے جو روئے زمین پر چل رہے ہو اور یہ بھی کہا جاتا ہے **"رَبِّ الْعَالَمِينَ"** کے معنی مخلوق کے خالق،، رازق، مربی، اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لوٹانے والا، نطفہ سے علقہ، اور علقہ سے مضغہ۔ اور رب لغت میں سر دار کو کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " ارجع الیٰ ربک " یعنی اپنے سر دار کی طرف، اور رب کے معنی مالک بھی ہے، گھر کا مالک، اور مویشیوں کے مالک، اور رب مربی بھی ہے، ربی یربی سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **"الْعَالَمِينَ"** ہر جاندار اور یہ بھی کہا گیا کہ عقل والا مخاطب ہے مثلا بنی آدم، فرشتے، اور جنات اور یہ بات چوپایوں وغیرہ پر صادق آتی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اٹھارہ ہزار عالم ہیں اور تمھاری دنیا اس سے ایک عالم ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہر قسم کا حیوان اس کا ایک عالم ہے (تفسیر سمر قندی، ج ۱، ص ۸۰)

[27] ۔ فقیہ ؒ کہتے ہیں کہ میں نے اب یحیٰ ؒ سے سنا اس نے ابی عبد اللہ محمد بن شجاع البلخی سے، وہ کہتے ہوئے سنا کہ میں کسایئ کے قرات سے مالک یوم الدین پڑھتا تھا تو مجھے بعض لغت والوں نے کہا کہ ملک کی صفت میں زیادہ مبالغہ ہے تو میں نے حمزہ کے قرات کو اختیار کیا اور میں " ملک یومالدین " پڑھتا تھا تو میں نے خواب میں ایک کہنے والے سے سنا کہ آپ نے الف کو کیوں حذف کیا کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حبر نہیں پہنچی " کہ قرآن کو فخما مفخما پڑھو " (فی الحاکم ج ۱، ص ۲۳۱، بخاری اور مسلم کے احادیث بھی اس باب میں تفسر سمر قندی، ج ۱، ص ۸۱) تو میں نے اس وقت تک " ملک " پڑھنا نہیں چھوڑا جب تکمیرے پاس کہنے والا نہیں آیا اور کہا: تو نے مالک سے الف کو کیوں حذف کیا؟ کیا آپکو رسولاللہ ﷺ کا ارشاد نہیں پہنچا کہ جس نے قرآن پاک پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہیں، تو آپ نے ہر قرات میں دس نیکیاں کیوں کم کی؟ جب صبح ہوئی اور میرے پاس قطربا آئے جو لغت میں امام تھے تو میں نے اس سے کہا کہ ملک اور مالک میں کیا فرق ہے؟ تو اس نے کہا کافی فرق ہے ملک بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہے، جب کہ مالک بادشاہوں کا بادشاہ ہے یعنی شہنشاہ، تو میں نے کسائی کی قرات کی طرف رجوع کی پھر " مالک " کی معنی قاضی اور حاکم ہے " یوم الدین " یعنی روز حساب کا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " ذلک الدین القیم " یعنی سیدھا حساب اور اسطرح کہا گیا یعنی یوم الدین کا

مقصد قضا کا دن ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وماکان لیاخذ اخاہ فی دین الملک "یعنی اس کے فیصلے میں اور اسی طرح کہا گیا کہ یوم الدین یوم الجزا ہے، جس طرح کہا گیا "تدین تدان "یعنی جس طرح کہ تجازی تجازی بہ، اگر یہ کہا جائے اگر کہا جائے کے یوم الدین کے خاص کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اور وہ جزا وغیرہ کا مالک ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ اس ساتھ بادشاہت میں اس کے ساتھ دنیا میں شرکت کے دعویدار تو بہت تھے جیسے فرعون، نمرود وغیرہ لیکن اس دن اس کے ساتھ بادشاہت میں کوئی دعوہ کرنے والا نہیں ہے اور سارے اس کے سامنے جھک گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لمن الملک الیوم پس سارے مخلوقات جواب دیں گے "للہ الواحد القہار "اسی طرح یہاں فرمایا: "مالک یوم الدین "یعنی اسی دن کوئی بادشاہ، قاضی یا بااختیار نہ ہوگا۔ تفسیر سمرقندی، ج۱، ص۸۱

[28] ۔ تفسیر سمرقندی، ج۱، ص۸۲

[29] ۔ تفسیر سمرقندی، ج۱، ۸۳

[30] ۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور معنی اس کا یہ ہے کہ اے اللہ ہماری دعاؤں کو قبول فرما اقر بعض نے کہا کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ یہود تمھارے ساتھ آمین میں جتنا حسد کرتے ہیں کسی اور چیز میں نہیں کرتے کیونکہ ان کو اس کا فضیلت معلوم ہے اور کعب احبارؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آمین رب العالمین کی طرف سے مہر ہے جس وہ اپنے مومن بندوں کی دعاؤں پر مہر لگاتے ہیں۔ تفسیر سمرقندی، ج۱، ص۸۴

[31] ۔ سورۃ الفاتحہ ایک جامع دعا ہے، بندوں کے جذبات کی ترجمانی کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے، اس میں بندوں کو یہ سکھا گیا ہے کہ وہ اللہ کی حمد وثناء کیسے کریں؟ اور صرف اسی سے مدد کیسے چاہیں؟ اور صراط مستقیم کی جو خیر کی تمام انواح کے لئے جامع ہے، درخواست کیسے کریں؟ اور جن پر خدا کا غضب بھڑکا، اور جو راہِ راست سے دور جا پڑے: ان سے پناہ کیسے چاہیں؟ اور بہترین دعا وہ ہے جو جامع ہو، اور فاتح ایسی ہی ایک دعا ہے اس لئے اس کو نماز کے لئے متعین کیا گیا ہے پھر ائمہ میں اختلاف ہوا ہے: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نماز کی رکعت میں فاتحہ پڑھنا فرض ہے، فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوگی، اور حنفیہ کے نزدیک فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اگر بھول سے فاتحہ چھوٹ جائے تو سجدہ سہو سے تلافی ہو جائے گی، اور اگر بالقصد چھوڑ دے تو نماز واجب الاعادہ ہوگی، اور یہ اختلاف کا اثر صرف ایک نادر صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور وہ بھول کر فاتحہ رہ جانے کی صورت ہے، اور بس۔ وریہ حدیث پہلے کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔ اور یہاں مقصود فاتحہ کی اہمیت بیان کرنا ہے، اور یہ اہمیت دو طرح سے ہے: ۱: سورۃ الفاتحہ کو صلاۃ (نماز) کہا گیا ہے، یعنی گویا فاتحہ ہی نماز ہے اور نماز کی اہمیت اظہر من الشمس ہے پس اسی کے بقدر فاتحہ بھی اہم ہے۔ ۲: جب بندہ فاتحہ پڑھتا ہے تو ہر آیت پر اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں، یہ بھی سورۃ فاتحہ کی اہمیت کی ایک وجہ ہے، اس لیے بندوں کو نماز کے علاوہ بھی دعاؤں میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یز اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر بھی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اس کا مضمون دو حصوں میں تقسیم ہے۔ آدھے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے اور آدھے میں بندے کی التجا ہے۔ اور یہ حمد وثناء اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے، جو ہر آیت پر اللہ تعالیٰ کے جواب دینے سے سمجھ میں آتی ہے۔ اور جو بندے کی دعا ہے وہ ضرور قبول کی جاتی ہے، چناں چہ فاتحہ کے بعد فوراً سورت

پڑھی جاتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صراط مستقیم کی نشان دہی ہے، کیوں کہ قرآنِ کریم هدي للمتقين ہے۔ اگر بندہ قرآن کریم کی ہدایات پر عمل کریں تو ان کی دنیا کی زندگی بھی سنور ہو جائے اور وہ آخرت میں بھی کامیاب اور بامراد ہو جائیں۔ تعلیمات محمدی شرح جامع ترمذی ج۴، ص۲۰۷

32۔ سورہ فاتحہ:۷

33۔ تعلیمات محمدی، ج۴، ص۲۰۹، حدیث ۲۹۵۴

34۔ تفسیر سمرقندی ج۱، ص۸۳

35۔ فقیہؒ کہتے ہیں کہ میں نے اب یحٰیؒ سے سنا اس نے ابی عبد اللہ محمد بن شجاع البلخی سے، وہ کہتے ہوئے سنا کہ میں کسائیؒ کے قرات سے مالک یوم الدین پڑھتا تھا تو مجھے بعض لغت والوں نے کہا کہ ملک کی صفت میں زیادہ مبالغہ ہے تو میں نے حمزہ کے قرات کو اختیار کیا اور میں "ملک یومالدین" پڑھتا تھا تو میں نے خواب میں ایک کہنے والے سے سنا کہ آپ نے الف کو کیوں حذف کیا کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حبر نہیں پہنچی "کہ قرآن کو فخما مفخما پڑھو" (فی الحاکم ج۱، ص۲۳۱، بخاری اور مسلم کے احادیث بھی اس باب میں تفسر سمرقندی، ج۱، ص۸۱) تو میں نے اس وقت تک "ملک" پڑھنا نہیں چھوڑا جب تک میرے پاس کہنے والا نہیں آیا اور کہا: تو نے مالک سے الف کو کیوں حذف کیا؟ کیا آپکو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں پہنچا کہ جس نے قرآن پاک پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہیں، تو آپ نے ہر قرات میں دس نیکیاں کیوں کم کی؟ جب صبح ہوئی اور میرے پاس قطربا آئے جو لغت میں امام تھے تو میں نے اس سے کہا کہ ملک اور مالک میں کیا فرق ہے؟ تو اس نے کہا کافی فرق ہے ملک بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہے، جب کہ مالک بادشاہوں کا بادشاہ ہے یعنی شہنشاہ، تو میں نے کسائی کی قرات کی طرف رجوع کی پھر "مالک" کی معنی قاضی اور حاکم ہے "یوم الدین" یعنی روز حساب کا (تفسیر سمرقندی، ج۱، ص۸۱)

کتابیات

1. القرآن الکریم
2. ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس، الجرح والتعدیل، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، 1271ھ /1952ء
3. ابو المحاسن، محمد بن علی بن الحسن الدمشقی، ذیل تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیہ، 1419ھ /1998ء
4. جماعۃ العلماء، موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل فی رجال الحدیث وعلله، عالم الکتب، بیروت، 1417ھ /1997ء
5. حاکم، ابو احمد محمد بن عبد اللہ، امام، النیسابوری، المستدرک علی الصحیحین (مستدرک حاکم)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1402ھ

6. السمرقندی، ابی اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم، تفسیر بحر العلوم، (تفسیر السمرقندی)، محققین: شیخ عادل، احمد عبد الموجود، شیخ علی، محمد معوض، المکتبۃ المعروفیہ، کاسی روڈ شالدرہ، کوئٹہ، 1998ء

7. السمعانی، ابو سعد، عبد الکریم بن محمد بن منصور التميمي السمعاني المروزي، کتاب الانساب، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن، 1402ھ /1982ء

8. عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، دار الاشاعت، کراچی، 2012ء

9. محمد ادریس، مفتی، تعلیماتِ محمدی شرح جامع ترمذی، شعبہ تحقیق وتصنیف، دار المطالعہ، حاصل پور ضلع بہاولپور، 2005ء

المزی، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمان، تہذیب الکمال مع حواشیہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1400ھ /1980ء